بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطباتِ جمعہ

موضوع: تعلیمی سال کا آغاز اور ہماری ذمہ داری

مرتب: مولانا محمد زاہد علی مرکزی

باگی، جالون (یو۔پی۔)

پیش کش: روشن مستقبل دھلی

Facebook: maqalat (page)

Whatsapp+91 9039778692

الحمدلله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین.

اما بعد

فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

قال الله تعالی فی القرآن المجید:

فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم.

داغ دہلوی نے کہا تھا

اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت
رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغ

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
پھر کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

نئے تعلیمی سال کا آغاز اور ہماری ذمہ داری

نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو رہا ہے ایسے وقت میں ہر صاحب اولاد اپنے بچوں کے ایڈمیشن کے لیے فکرمند نظر آتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ ہم سب اپنے بچوں کی تعلیمی ترقی چاہتے ہیں. ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا بچہ بہتر سے بہتر تعلیم حاصل کرے۔

اور ہم اسکول چنتے وقت ہر طرح کی سہولت کا خیال رکھتے ہیں۔ بہت ساری چیزوں پرگہری نظر رکھتے ہیں کہ ہمارا بچہ وہاں تعلیم حاصل کرے گا تو اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو, کوئی پریشانی نہ ہو اور تعلیم کا بہترین انتظام ہو۔ان ساری چیزوں پر تو ہماری نظر ہوتی ہے. لیکن وہ ایک چیز جو سب سے اہم

ہے اس پر ہماری نظر نہیں ہوتی۔ وہ یہ کہ جب ہم اسکول کا انتخاب کریں تو ہم یہ بھی دیکھیں کہ وہ اسکول ایسا تو نہیں ہے:

جہاں اسلامی تعلیمات اور اسلامی عقیدوں کے خلاف بچے کو تعلیم دی جا رہی ہو.

جہاں صبح جا کر بچوں کے اسکول کے ترانے میں کفریہ الفاظ کا ورد کرنا پڑتا ہو.

جہاں ہمارے بچے کو صبح پہنچتے ہی خدا کے علاوہ کسی اور کے سامنے ہاتھ جوڑنے یا سر جھکانے کا حکم دیا جاتا ہو.

جہاں صبح پہنچتے ہی ہمارے بچے کو غیر اسلامی کلچر کی طرف مائل کر دیا جاتا ہو.

جہاں ہمارے بچوں کا روزہ تڑوا دیا جاتا ہو.

جہاں ہمارے بچوں میں نماز سے بے رغبتی پیدا کرائی جاتی ہو.

جہاں کبھی تین طلاق کے نام پر, تو کبھی تعددِ ازواج کے نام پر, تو کبھی عورتوں کو مسجد اور مزارات کی حاضری سے متعلق برابری کے نام پر ہمارے بچوں کو ہمارے ہی مذہب کے خلاف بھڑکایا جاتا ہو.

ہم جب تمام چیزوں کا خیال رکھتے ہیں تو ان چیزوں کا خیال کیوں نہیں رکھتے کہ ان اسکولوں میں کہیں ہمارے بچوں کو ہمارے دین و مذہب سے بیزاری کا سبق تو نہیں پڑھایا جارہا ہے ۔

محترم سامعین! ہمیں چاہیے کہ ہم جب اسکول کا انتخاب کریں تو کوشش یہ کریں کہ جو ہماری قوم کے افراد کے اسکول ہیں ان میں اپنے بچوں کا داخلہ کرائیں تاکہ ہمارے بچے ان تمام چیزوں سے محفوظ رہ سکیں اور اگر آپ ایسے علاقے میں ہیں جہاں ہماری قوم کے افراد کے اسکول نہیں ہیں تو وہاں پر بمجبوری جس اسکول میں آپ اپنے بچے کا داخلہ کرائیں وہاں یہ شرط رکھیں کہ ہمارا بچہ خلافِ شرع کام نہیں کرے گا. اور اپنے بچوں سے ہفتے دو ہفتے میں یا مہینے میں ایک بار ضرور پوچھیں کہ کہیں ان سے کوئی ایسا کام تو نہیں کرایا گیا جو شریعت مطہرہ کے خلاف ہے اور ہمارے دین سے بیزاری کا باعث ہے۔

ہمارا تعلیمی معیار

برادرانِ ملت اسلامیہ !آج ہم جن حالات کا شکار ہیں، ان حالات کے ذمے دار ہم خود ہی ہیں.

رب العالمین قرآن مقدس میں فرماتا ہے: ’’وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم" جو کچھ مصیبت، پریشانی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمھارے اعمال کا ہی نتیجہ ہوتی ہے ۔

تعلیم کی اہمیت و افادیت کیا ہے یہ جگ ظاہر ہے پھر بھی مسلمان تعلیم سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔ 2005 میں آئی سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق مسلمانوں کی تعلیمی شرح آدھا فیصد ہے۔

رنگناتھ مشرا 2009 اور کنڈو کمیٹی کی رپورٹ 2014 میں آئی۔ اس میں یہ بات واضح طور پر سامنے آئی کہ ہائی اسکول تک پہنچتے پہنچتے نوے فیصد مسلم طلبہ اسکول چھوڑ دیتے ہیں۔

پھر بھی ہم بے خبر

ظاہر سی بات ہے جب ہمارا تعلیمی مزاج یہ ہوگا تو ہماری ترقی کی راہیں مسدود ہی نظر آئیں گی، آج امریکہ اگر سپر پاور نظر آرہا ہے تو تعلیم کی بنیاد پر، جاپان ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے تو تعلیم ہی کی بنیاد پر، جنوبی کوریا اور اُتر کوریا سب پر سبقت لے جا رہے ہیں تو تعلیم ہی کی بنیاد پر، دنیا مریخ پر کمند ڈال رہی ہے تو اس کی وجہ تعلیم ہے. جس نے تعلیم کی اہمیت کو سمجھا ہے وہ ترقی کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔

دنیا بھر کی صلاحیتوں کو جمع کیوں کرتے ہیں؟

تعلیم کی اہمیت کو جاننا ہو تو امریکہ کو دیکھو۔ آج ساری دنیا میں جہاں کہیں بھی قابلیت نظر آتی ہے، ٹیلینٹ نظر آتا ہے امریکا، چین، جاپان اس قابلیت کو کسی بھی قیمت پر اپنے ملک میں لے جاکر استعمال کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ یہی وجہ ہے آج ترقی بھی ان کے قدم چومتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو سب سے پہلے اگر کسی چیز پر توجہ دینا ہے تو وہ تعلیم ہے. قرآن مقدس اور احادیث طیبہ میں تعلیم کی اہمیت و افادیت کو جابجا بیان کیا گیا ہے لہذا ہمیں اس چیز کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ کر آگے قدم بڑھانا ہوگا ۔

برادران ملت اسلامیہ! آج مسلمانوں کا پیسہ کہا جا رہا ہے؟ کہاں خرچ ہو رہا ہے؟ ہمارا پیسہ بے جا مقامات پر خرچ ہوتا ہے۔ آج ہمارے مسلمان بھائی کے پاس پیسہ آجاتا ہے تو سب سے پہلے گاڑی خریدتا ہے، کہیں شاندار گھر بناتا ہے، بنگلہ خریدتا ہے، پلاٹ خرید لیتا ہے۔ پیارے بھائیو! کرنے کے کام یہ نہیں ہیں۔ اگر ہمارے پڑوس میں کوئی مکان بک رہا ہو، کوئی زمین فروخت ہو رہی ہو۔ مسلمان اُس پر ایسے ٹوٹ پڑتے ہیں جیسے وہ زمین فری مل رہی ہو اور بڑھ چڑھ کر قیمت لگاتے ہیں.

لیکن سنو! آپ کے پاس اگر ایک گھر رہنے کے لیے ہے تو آپ کو گھر بنانے کی ضرورت نہیں ہے، آپ کے پاس اگر پیسا ہے تو اس سے گھر نہ بنائیں بلکہ اس سے اسکول بنائیں، پیسے کا استعمال بھی جائز جگہ پر ہوگا اور قوم کی ترقی کا مضبوط قلعہ بھی آپ کے ہاتھوں وجود پا جائے گا۔

ہمارے علاقوں میں اچھے اسکولوں کی حاجت

آج ہمارے قصبے، ہمارے گاؤں، ہمارے شہر میں کیا مسلم پرائمری اسکولوں کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا ایک انٹر کالج کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا ڈگری کالج کی ضرورت نہیں ہے؟ جہاں ہمارے بچے دینی تعلیم بھی حاصل کریں اور دنیاوی تعلیم بھی پائیں. آپ پلاٹ خریدتے ہیں، اس سے کیا حاصل کر لیتے ہیں۔ آج اگر آپ نے بیس لاکھ کا پلاٹ خریدا، دو سال بعد اسے 25 لاکھ میں بیچ دیں گے، 30 لاکھ میں فروخت کر دیں گے لیکن اسی جگہ آپ اپنے پیسے سے ایک اسکول قائم کر دیں، انگلش میڈیم، ہندی میڈیم بہترین اسکول بنا دیں تو اس اسکول سے آپ کو فوراً پچیس تیس لاکھ تو نہیں ملیں گے لیکن اس سے آپ زندگی بھر پچاس ہزار روپیہ ہر مہینہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ذرا حساب لگائیے آپ کے اسکول میں اگر دو سو سے ڈھائی سو بچے آتے ہیں اور ان سے ڈھائی سو روپے فیس جو کہ آج کے دور میں معمولی فیس ہے اگر آپ وصول کرتے ہیں تو پچاس ہزار روپیہ ہر مہینہ آپ کی جیب میں جا رہا ہے۔ اور خرچ کتنا ہونا ہے بہت اچھے ٹیچر رکھیں گے تب بھی آپ کا سارا خرچ بمشکل بیس ہزار روپے سے زائد نہیں ہوگا۔

اس لئے کیوں نہ وہ کام کیا جائے کہ جب تک ہم زندہ رہیں ہمیں فائدہ پہنچے اور جب اس دنیا سے جائیں تو ہماری آنے والی نسلیں بھی اسی سے کھائیں، اور اگر نیت قوم مسلم کی فلاح و بہبود کی کر لیں تو اللہ رب العزت ثواب بھی عطا فرمائے گا۔ تجارت کرنا چاہتے ہیں تو کیوں نہ ایسی تجارت کریں جس سے ہم بھی فائدہ اٹھائیں اور ہماری نسلیں بھی کامیاب ہوں، ہماری قوم بھی ترقی کرتی ہوئی نظر آئے۔

آپ پلاٹ خرید کر ایک مرتبہ ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، لیکن بیس لاکھ میں آپ شاندار اسکول قائم کر سکتے ہیں جس سے زندگی بھر پچاسوں ہزار روپے کما سکتے ہیں. ہر سال جتنی تعداد طلبہ کی بڑھے گی اتنی ہی آپ کی کمائی بھی بڑھنا یقینی ہے۔

بتائیں اس سے بہتر کون سا بزنس، کون سی تجارت ہے؟ آج کل تعلیم ایک بہتر، جائز بزنس ہے، ایجوکیشن وہ تجارت ہے جہاں پر آپ کم خرچ میں بہتر اور مستقل کمائی کر سکتے ہیں۔

اسکول قائم کرکے آپ بچوں میں دینی جذبہ پیدا کرسکتے، جہاں مسلم علاقہ ہے وہاں اسکول قائم کریں اور بچوں کے لئے اردو اور عربی بھی لازم کردیجیے تاکہ بچوں کا بوجھ بھی کم ہوجائے۔ ہمارے بچے اسکول سے پڑھ کر آتے ہیں پھر قرآن مقدس، اردو پڑھنے کے لیے جاتے ہیں۔ بہت سے بچے ڈبل مشقت کی بنا پر قرآن مجید، اردو پڑھ بھی نہیں پاتے اور جو جاتے ہیں تو اس میں گھنٹے، دو گھنٹے کا وقت چلا جاتا ہے لیکن جب یہی سب اسکول میں پڑھایا جائے گا تو آسان ہوجائے گا، جہاں ہمارے بچے آٹھ سبجیکٹ پڑھتے ہیں وہاں دو سبجیکٹ اور بڑھ جائیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور مسلمان اس عمل کو بخوشی قبول بھی کرلیں گے۔ بلکہ کئی علاقوں میں یہ عمل شروع ہوچکا ہے۔

اگر کسی جگہ مسلم آبادی نہیں ہے تو قریبی دیہات اور بستیاں جہاں مسلم آبادی اچھی خاصی ہو وہاں پر دو چار لوگ مل کر یا اکیلے ہی اسکول قائم کردیں۔ تاکہ اس کے ذریعہ ہمارے بچے مستقبل کے لئے خود کو تیار کرسکیں۔ مثلاً اگر ہم اسکول کھول لیتے ہیں تو ان اسکولوں کے ذریعے ہم اپنے بچوں کو وضو کا طریقہ بتاسکتے ہیں، نماز کا طریقہ بتاکر ان کا دینی رجحان بھی پختہ کرسکتے ہیں۔ اور جہاں مسلم اسکول ہیں انہیں چاہیے کہ کم از کم مہینے میں ایک مرتبہ کسی عالم کو اپنے اسکول میں بلائیں اور اپنے بچوں کے سامنے ان کو لیکچر دینے کو کہیں۔ وہ عالم کبھی کھانے کی دعا یاد کرائے، کبھی نماز کے مسائل سمجھائے، کبھی روزہ کے فوائد بتائے، کبھی اسلامی تاریخ کے مجاہدین کی بہادری سے لبریز سچی کہانیاں سنائے، اور جو آٹھویں کلاس کے اوپر کے بچے ہیں انہیں نماز کا مکمل طریقہ سکھایا جائے۔

اس پورے مجمع میں دس بندے بھی ایسے نہ ہوں گے جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کا نام بتا سکیں، ان کی والدہ کا نام بتا سکیں، سرکار کے دادا دادی کا نام انھیں معلوم ہو، کیا کوئی بتاسکتا ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ظاہری حیات کتنے سال کی ہوئی؟ کس شہر میں کتنے دن رہے؟ ہجرت کب کی؟ کیوں کی؟ کتنے غزوات میں شرکت کی؟ کتنے لوگوں کو اپنی تبلیغ کے ذریعے اسلام میں داخل کیا؟ کتنے لوگوں کو آپ نے پڑھنا لکھنا سکھایا؟۔

لوگ اسلام کے متعلق کیوں نہیں جانتے

آج ہم ہمارے بچے فلموں اور سیریلوں کے ہیرو ہیروئینوں کے نام جانتے ہیں، سپر مین، جیمس بانڈ، اسپائڈر مین اور نہ جانے کون کون مین تو یاد ہیں لیکن افسوس! حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت مولی علی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین، اور دیگر بزرگان دین کے متعلق کیا جانتے ہیں؟ بچے کیا بڑے بھی

نہیں جانتے، لیکن یہی چیز جب اسکول میں پڑھائی جائے گی تو معلوم ہوگی۔ کیونکہ آپ کسی بھی اسکول کے بچے سے پوچھ لیجیے کہ دیش کا پردھان منتری (وزیر اعظم) کون ہے؟ جواب مل جائے گا.

گرہ منتری (وزیر داخلہ) کون ہے؟ دیش کی راجدھانی، ملک میں کتنے صوبے ہیں؟

بچہ سب بتادے گا۔

لیکن نہیں بتائے گا تو اسلام کے متعلق. کوئی جانکاری نہیں ہوگی تو اسلام کے متعلق. کیوں کہ اسکولوں سے تو سچی تاریخ، ہسٹری بھی غائب ہے جو قاتل تھا اسے عادل اور جو عادل تھا اسے ظالم بتایا جا رہا ہے، اگر اسکول اپنا ہوگا تو سچی تاریخ آپ پڑھا سکتے ہیں، حق کو اجاگر کر سکتے ہیں ورنہ آپ کا بچہ پڑھنے کے بعد بھی حقیقت سے عاری، تاریخ سے جاہل رہے گا اور آپ اکبر الہ آبادی کی طرح یہ شعر پڑھ رہے ہوں گے۔

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
جنھیں پڑھ کے بچے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو یہ قوم مسلم کا بلڈاپ ہوگا، قوم کو کھڑا کرنا ہوگا اور یہ بڑا آسان کام ہے۔ جو ہمارے انٹر کالج ہیں میں ان کے چلانے والوں سے کہنا چاہوں گا کہ وہ اپنے اسکول میں بہترین عالم دین کو کم از کم سال میں تین مرتبہ بلائیں اور بچوں کے سامنے ان سے کھلی بحث ہو، سوال بچے کریں جواب عالم صاحب دیں۔ آج کتنے ایسے بچے بچیاں ہیں جو اسلام پر اٹھنے والے سوالات کے جوابات دے سکتے ہیں؟ حلالہ، طلاق (बहू विवाह) , تعدد ازواج پر انھیں کیا معلوم ہے؟۔

علما کے سامنے وہ کھل کر بات کر سکتے ہیں اپنے ذہن میں اٹھنے والے شکوک و شبھات کو پیش کر کے اپنی تسکین کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہمیں ان اسکولوں کی ضرورت ہے۔ آج میڈیا، سوشل میڈیا میں اسلام کے خلاف سوالات کی ایک باڑھ سی آئی ہوئی ہے۔ اس کو آپ کیسے روک سکتے ہیں؟ یہی ایک بہتر طریقہ ہے جس سے ہم اپنے بچے بچیوں کو اسلام کی صحیح صورت پیش کر سکتے ہیں۔ ہم اپنی بچیوں کو مدرسے نہیں بھیجتے۔ بچی جیسے ہی نو، دس سال کی ہوئی ہمیں یہ لگتا ہے کہ ہماری بچی بڑی ہوگئی ہے۔ ہمیں یہ محسوس ہوتا کہ ہماری بچی مدرسے میں محفوظ نہیں ہے۔ مگر یہ سوچ آپ پر تھوپی گئی ہے اور آپ اسے ڈھو رہے ہیں۔

جبکہ اسکولوں کا حال کسی سے چھپا نہیں ہے آئے دن ایسے واقعات اخبارات کی زینت بنتے ہیں کہ فلاں کے ساتھ یہ معاملہ ہو گیا، فلاں کے ساتھ وہ معاملہ ہو گیا، کیا یہ سوچنے کی بات نہیں ہے کہ ہم اپنی بچی کو دہلی، ممبئی تو اکیلے پڑھنے بھیج دیتے ہیں۔ بچی کیا کر رہی ہے کوئی نہیں جانتا، نہ کوئی سوال کرتا ہے۔ اگر آپ کو ہزاروں کلو میٹر دور رہ رہی اپنی بچی پر بھروسا ہے تو محلے کے، بستی کے مدرسے میں جاتے ہوئے اپنی لڑکی پر بھی بھروسا کر لیں، ان شاء اللہ اس کی دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی سنور جائے گی۔

لیکن ہوتا یہ ہے کہ اگر ہماری دس سال کی بچی مدرسہ جا رہی ہے تو چار لوگ کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ آپ کی بچی مدرسہ جا رہی ہے؟ لڑکی بڑی ہو گئی ہے۔ اب گھر پر ہی پڑھائیں لکھائیں۔ یہاں لوگوں کو لڑکی بڑی معلوم ہوتی ہے، لیکن یونیورسٹی میں بڑی معلوم نہیں ہوتی.

یہ مغربی فکر کب تک ڈھوتے رہیں گے آپ؟

اگر ہمارا انٹر کالج ہے تو سارے معاملات کی جانکاری ہم اپنے بچوں کو پہنچا سکتے ہیں. اور جب ہمارے بچے جان لیں گے کہ طلاق کیا ہے؟ حلالہ کیا ہے؟ تعدد ازواج کیا ہے؟ تو ہمارے بچے بچیاں خود ہی غیر مسلموں کے اٹھنے والے سوالات کا جواب دیتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ساتھ ہی جو شریعت کے معاملات ہمارے کورٹ پہنچتے ہیں ان معاملات میں بھی کمی آئے گی، کیونکہ جب دینی تعلیم کا ذہن بنے گا، وہ دینی تعلیم پر عمل پیرا یا کم از کم اس کی بھلائی برائی سے واقف ہوں گے تو زندگی کے معاملات، شریعت کے معاملات میں کورٹ کی بجائے علما کی طرف رجوع کریں گے، جس سے قوم مسلم کا پیسہ بھی بچے گا اور رسوائی سے بھی محفوظ رہیں گے۔

اگر ہم اسکول، انٹر کالج، ڈگری کالج قائم کرتے ہیں تو ہم ہزاروں بچوں کو ان کے دین میں پختہ کر سکتے ہیں، ان کی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ اس لیے جب ہم پیسہ خرچ کرتے ہیں تو کیوں نہ ایسی جگہ خرچ کریں جہاں سے اسلام کو بھی فائدہ ہو، مسلمانوں کو بھی فائدہ ہو اور آپ کا خود کا بھی فائدہ ہو. کیا آپ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کو نہیں جانتے؟ اکیلے اس بندے نے اپنی تعلیم، قابلیت و اہلیت کی بنا پر اپنی قوم کو وہ ترقی دی، وہ کامیابی دی، جس کی نظیر ملنا مشکل ہے. آج انہیں ریزرویشن مل رہا ہے تو ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی دین ہے، ہندوستانی قانون میں انہیں جو مراعات مل رہی ہیں، وہ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی رہین منت ہیں۔ تعلیم کا ہی معاملہ ہے کہ آج اے پی جی عبدالکلام کا نام ہندوستان کی تاریخ میں عزت سے لیا جا رہا ہے اور لیا جاتا رہے گا۔

اس لیے اگر ترقی کرنا ہے تو تعلیم پر فوکس کرنا ہوگا، تعلیم پر توجہ دینی ہوگی۔ ہمارے جو مسلمان بھائی اس لائق ہیں کہ اسکول قائم کر سکتے ہیں وہ ضرور اسکول قائم کریں، آپ صرف اسکول نہیں قائم کر رہے بلکہ قوم کو کھڑا کرنے کا کام کر رہے ہیں. قوم کی بنیادیں مضبوط کر رہے ہیں. کسی فارسی شاعر نے کہا تھا

خشت اول گر نہد معمار کج

تا ثریا می رود دیوار کج

اس لیے اپنی قوم کی اینٹوں کو صحیح رہنمائی عطا فرمائیے تاکہ جب بلڈنگ کھڑی ہو تو اس میں کجی، ٹیڑھاپن نہ ہو، اپنی قوم کی فلاح و بہبود کے لئے کھڑے ہو جائیے۔ اگر آپ اپنی بستی، اپنے گاؤں میں اسکول قائم کرتے ہیں تو اپنے بچوں کا مستقبل سنوار رہے ہیں۔ یہ ایسا کام ہے جہاں پیسہ بھی ہے، عزت بھی ہے.

فکر بدلیے، سوچ کا زاویہ درست سمت کی طرف موڑیئے، ان شاءاللہ آپ ترقی کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ جتنا دینی جذبہ ہم اپنے بچوں میں پختہ کر دیں گے کل وہ بچے اتنا ہی بہتر کام اپنی قوم، اپنے ملک کے لیے کرتے نظر آئیں گے۔ جب ہمارے بچے ڈاکٹر، انجینئر، آئی اے ایس آفیسر، قوم کے لیڈر بن کر ابھریں گے تو وہ قوم مسلم کی پریشان زلفوں کو سنوارتے ہوئے نظر آئیں گے.

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے

حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سائے تلے

اپنی قوم کو فکری بیداری دیجیے کیوں کہ فکریں مرا نہیں کرتیں، گاندھی کی فکر آج بھی زندہ ہے. گاندھی کو قتل کرنے والوں کی فکر آج بھی زندہ ہے. اقبال کی فکر آج بھی زندہ ہے، ارسطو، ابن سینا، فارابی کی فکریں آج بھی زندہ ہیں.

فکر اچھی ہو یا بری وہ مرا نہیں کرتی، اس لیے فکر دیجیے غلامی کی زنجیریں تو خود بخود ٹوٹتی نظر آئیں گی.

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں بہتر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الأمین صلی اللہ علیہ وسلم۔